رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

اِن تنصروا اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

الحکم

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

عام قیمت سالانہ پانچروپیہ

نمبر ۲۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۹ء | جلد ۲۱

جشن فتح

تاج و تختِ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
انکی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

گورنمنٹ عالیہ کے اعلان کے مطابق گورنمنٹ کی سب بڑھکر وفادار احمدیہ جماعت جشن فتح میں اپنے بادشاہ اور اپنی گورنمنٹ کے ساتھ شریک ہے۔ ایڈیٹر الحکم ناظرین الحکم اور دیگر تمام احمدیہ جماعت کیطرف سے قیصران سلطنت کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔

یارب رہے سلامت فرمانروا ہمارا

گذارانندہ
ایڈیٹر اخبار الحکم و احمدی خاتون قادیان دارالامان

(انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پرنٹر و پروپرائٹر و پبلشر کے چھپکر شائع ہوا)

لنڈن مشن

لنڈن میں اسلام چھ نئے مسلمان

اللہ تعالیٰ کی تعریف۔ اور محمد رسول اللہ پر درود وسلام ہو کہ دین حقہ اسلام اپنی خوبیوں سے مغرب کی آزاد و حریت پسند طبائع کو رام کر رہا ہے۔ اور احمدی مبلغین کی مجموعی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں چھ انگریز دو لیڈیاں محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔ نومسلموں کے نام یہ ہیں۔

مسیحی نام	اسلامی نام	کیفیت
(۱) مسٹر ہنری دلاڈ	بشیر احمدؐ	مینوڈمٹ چرچ کے مسیحی تھے
(۲) مین اینی کاسے	امتہ اللہ	یہ نیک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون
مس لیریڈا ڈین		تھیوسونسٹ تھی
(۳) مس فریڈا ڈین	زبیدہ	والدین پرماسول سروس میں تھے چرچ آف انگلینڈ
(۴) مس بیرٹسی اوبرنشو	برکت	کی مسیحی تھی چرچ آف انگلینڈ
(۵) مسٹر ٹامس برٹسن	رفیق	
(۶) مسٹر موزنعبانسن	موسیٰ	

ہفتہ وار اجلاس ہر اتوار کو نہایت کامیابی سے ہوتے ہیں۔ ۹ رنومبر کو مولوی عبدالرحیم نیرؔ کی تقریر "گناہ سے نجات" اور ۱۶ نومبر کو مولوی فتح محمد سیال کی تقریر "پیغام صلح" پر ہوئی تقاریر کے بعد حضرت مفتی محمد صادق اور اخویم مسٹر فیتھ نے تقریریں کیں۔ مسلم ایمان کی زیادتی اور غیر مسلم دلچسپی و محبت کے ساتھ واپس گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

این محمدؐ

جنازہ غائب۔ مکرم سید ... شاہ صاحب سکن گھوڑ کی والدہ صاحبہ فوت ہوگئیں۔ احباب جنازہ پڑھیں۔ درخواست ہے۔

امریکہ میں احمدیہ مشن

یہ خبر نہایت خوشی سے سنی جائیگی کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مفتی صاحب کو امریکہ میں جاکر اسلامی مشن قائم کرنے کے لیے ارجنٹ تار دیدی ہے۔ جلد وہ وقت آتا ہے جبکہ یورپ کے بلاد میں ہر طرف احمدیت ہی احمدیت خدا کے فضل سے نظر آئیگی۔

سالانہ جلسہ میں ماریشس والے

اس دفعہ سالانہ جلسہ پر آنیوالے احباب میں عظمت علی صاحب بھنو۔ محمد سلیمان صاحب بھنو خصوصاً قابل تذکرہ ہیں جو نہایت دور دراز کا سفر سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لیے کر کے آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں برکت ڈالے۔

نظم

عجب صورت ہے میرے دلربا کی — ادا اس خوش ادا کی ہے بلا کی
مثال اسکی نہیں ملتی جہاں میں — پھرے ہم چھانتے خلقت خدا کی
بنے اُسکی گلی میں میرا مدفن — کہ جس پر میں نے اپنی جاں فدا کی
مسیحائے زماں کا ہے جو مسکن — زیارت گاہ ہے خلق خدا کی۔
بلاشک رشک جنت ہے وہ گھر — برستی ہے وہاں رحمت خدا کی
جہاں کے گوشہ گوشہ میں جو دیکھو — مچی ہے دھوم میرے میرزا کی
مسیحا برکتیں نازل ہوں تجھپر — ہدایت تونے کی خلق خدا کی
خدا کیواسطے مہدی کو مانو — بلاتا ہے طرف راہ ہدا کی
اعادی اُنکی مردے جی اٹھے ہیں — مرے وہ جنکے حق میں بددعا کی
وہ تھا جان محمدؐ روح احمدؐ — وہ تھی تصویر خلق مصطفیٰ کی
لقا جس نے کیے سرادار عالم — شہنشاہ دو عالم کی ثنا کی

خدا شکر کہ سوجانے اشرف
کہ حاصل ہوگئی نعمت عطا کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

ایک مکتوب ایک والیے ریاست کے نام

از عاجز مستغفر الی اللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ

وایّدہ بخدمت مکرم نواب احمد علیخاں صاحب بہادر غریب سلطان الدولہ سلمہ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس وقت اس عاجز کو اخویم مولوی سید محمد الحسن صاحب سابق مہتمم معارف ریاست بھوپال نے۔ اور مولوی صاحب موصوف نے دلی جوش اور اخلاص محبت کی وجہ سے جو وہ آنمکرم سے رکھتے ہیں بہت کچھ صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ آنمکرم کا ذکر کیا اور آنمکرم کی عالی دماغی اور متانت شعاری اور دین پروری اور راستبازی اور بلند ہمتی اور نیک نیتی اور ہمدردی اسلام اور محبت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسقدر بار بار ذکر کیا کہ میرے دل میں بوجہ ان محاسن خوبیوں کے آپکی محبت پیدا ہو گئی اور آپکی خداداد سعادت ونجابت اور جوہر قابل پر نظر کرنے سے میرے دل میں خیال آیا کہ میں خاص طور پر اپنے حالات سے آپکو مطلع کروں۔ مگر اس تحریر میں بجز اس بات کے کہ محض للہ آنمکرم کو اُن باتوں پر آگاہ کر دوں جو طلب حق کے لیے کام آ سکتے ہیں۔ اور میری کچھ بھی غرض نہیں۔ مولوی سید محمد احسن صاحب نے آپکا ذکر خیر اس عمدہ طرز سے میرے پاس بیان کیا ہے۔ جسنے مجھے اس بات کا مشتاق کر دیا ہے کہ میں اُن روحانی اور آسمانی نعمتوں سے آپکو اطلاع دوں۔ جو مجھکو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے ہیں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اسطرح غربا اور مساکین میرے ساتھ تعلق ارادت کر کے نفع دین و آخرت اٹھا رہے ہیں۔ الیٰ

کوئی امرا میں سے میرے ساتھ تعلق پیدا کرے اور دین و دنیا میں سعادت پیدا کرے اور ایک قسم کی کامیابی سے متمتع ہو جائے

آنیکی غرض

سو آپ پر واضح ہو کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر اس صدی چاردہم کی اصلاح اور دین کی تجدید اور اس زمانہ کے ایمان کو قوی کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور بہت سے آسمانی نشان مجھکو دیے گئے ہیں جو منجملہ اُنکے تین ہزار کے قریب اب تک ظاہر ہو چکے ہیں اور مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں پر ظاہر کروں اُسکی طرف سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کے نمونہ پر رحمت کے نمونے دکھلانے کے لیے آیا ہوں جو شخص دل اور جان سے میرا ہو کر رہیگا اُسکا ایمان قوی کیا جائیگا اور گناہوں کی زنجیروں سے مخلصی بخشیگا اور دنیا کی مشکلات اُسپر آسان کی جائینگی۔ اور خدا تعالیٰ کا خاص فضل اُسپر ہو گا میں ارادہ رکھتا تھا کہ ہندوستان کے امیروں اور نوابوں میں سے کسی کو اپنے حال سے اطلاع دوں تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اس طبقہ کے بعض آدمی بھی میری جماعت میں داخل ہوں لیکن میں دیکھتا تھا کہ اس ملک میں اکثر امرا اور نوابوں کی حالت اچھی نہیں۔ اور کاروبار آخرت اُنکی نظر میں حقیر ہو رہا ہے۔ سو میں جانتا تھا کہ یہ لوگ حد سے گزر گئے ہیں لیکن آپکے حالات جو مولوی سید محمد احسن صاحب نے مجھکو سنائے ہیں اُن سے اہلیت اور متانت اور ہمت کی اور دینداری کی بو آتی ہے۔ اسلیے مجھکو یہ خط لکھنا پڑا میں آپکو خدا تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ سے یاد دلاتا ہوں کہ یہ زہرناک ہوا جو مسلمانوں کی ریاست و امارت پر چل رہی ہے اس مہلک ہوا سے وہی بچیگا اور دوسرے عنقریب سب تباہ ہو جائینگے اور دینداری اور خدا ترسی کے سکھلانیکے لیے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ جو شخص میری طرف آئیگا اور اُسکے حق میں خدا تعالیٰ سے مہربانی کی دعا کریگا اور اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور اُسکی دنیا اُسپر بحال رکھی جاویگی۔ سو یہ میری طرف سے تبلیغ ہے اور محض پیغام ہے جو میں نے آپکو پہنچایا ہے اور بطور نمونہ ایک کتاب رسالہ آسمانی فیصلہ بھی اُسکے ہمراہ بھیجتا ہوں۔ اور از نصیحت خدا تعالیٰ کے

تاریخ مالابار کا ایک ورق

گذشتہ سے آگے

محمدؐ دیدی اس کتاب کو حاصل کرکے بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے دوست عبدالقادر کٹی کے لیے خرید کر لے آئے۔ عبدالقادر صاحب نے بہت توجہ سے اس کتاب کو پڑھا۔ اور غور کیا اس سے ان کے قلب میں نور ایمان پیدا ہوگیا۔ اور معرفت کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ ادہر یہ کتاب مالابار میں آئی اور امیر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ محل دیپ کا راجہ مر گیا۔ اور محمدؐ دیدی صاحب کا ایک دوسرا رشتہ دار سلطان مقرر ہوا۔ اسکے مقرر ہونے پر محمدؐ دیدی صاحب تو اپنی ریاست میں واپس ہوگئے۔ غرضیکہ وہ محل دیپ سے ایک امیر آدمی کا اخراج ہوتا ہے۔ وہ نکل کر ایک دوسرے شہر میں آتا ہے جہاں کہ خداتعالیٰ اندر ہی اندر ایک جماعت پیدا کر رہا ہے۔ محمدؐ دیدی کلکتہ کی سیر کو جاتا ہے۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" اسکے ہاتھ میں آتی ہے۔ وہ اس کو خرید کر اس زمین میں لیجاتا ہے جہاں کہ اسکے بونے کے لیے پہلے سے زمین درست ہو چکی ہے۔ جبکہ بیج اپنے منزل مقصود کو جا پہنچتا ہے۔ تو محمدؐ دیدی کو نکالنے والا خود مر جاتا ہے۔ اور بیج اسجگہ پہنچا کر محمد دیدی اپنے ملک میں واپس ہو جاتا ہے کیا یہ خداتعالیٰ کے کام نہیں۔ اور کیا ان عجیب [illegible] دوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح موعودؑ کیلیے خدا خود سامان پیدا کر رہا تھا اور وہ خود روحوں کو کھینچ رہا تھا۔ غرض ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء میں احمدیت کا بیج اس علاقہ میں بو دیا گیا۔

اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد کوئی لمبا عرصہ نہ گزرا تھا کہ اب خداتعالیٰ نے ایک اور سلسلہ شروع کر دیا کہ ۱۸۹۸ء میں عبدالقادر صاحب کو ملازمت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انکا ماموں علاقہ کوچی کے ایک مشہور سوداگر محی الدین صاحب کٹی کے پاس تجارت کا کاروبار کرتا تھا۔ اسکے پاس چلے گئے۔

امی عبدالقادر صاحب کے ایک دوست کے بھائی محمدؐ ابراہیم کنجی صاحب امی عبدالقادر صاحب کی مجلس میں آنے جانیوالے تھے۔ جب کہ امی عبدالقادر صاحب وہاں مقیم تھے وہ حصول ملازمت کیلیے گئے۔ لے عبدالقادر صاحب اپنے ماموں کے توسط سے اسکے ایجنٹ مقرر ہو کر۔ رنگون میں چلے گئے۔ اور ابراہیم صاحب اسکے کلرک مقرر ہو کر وہیں رہ گئے۔

۱۸۹۸ء میں عبدالقادر صاحب جبکہ رنگون میں اپنا کاروبار کرتے تھے انکو وہاں ایک محمڈن کلب کا علم ہوا آپ نے اس کلب میں جانا شروع کیا۔ وہاں انکو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اور کتاب ملی جس سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ **مسیح ناصری فوت ہوگیا ہے** اور آنیوالا **مسیح محمدی آچکا ہے**۔ وہیں آپ کو قادیان کا بھی پتہ معلوم ہوا اسپر چند کتب آپ نے قادیان سے منگوائیں۔ اور ان ہی دنوں میں **الحکم** اخبار بھی جاری کرایا جس سے آپ کو سلسلے کے بہت سے حالات معلوم ہوگئے۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں امی عبدالقادر صاحب واپس آئے اور یہ خبر لائے کہ مسیح ناصری مر گیا ہے اور ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسیح محمدی میں ہوں۔ آپ اکثر دوستوں میں اسکا ذکر کرتے رہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر باہر بھی نکلی۔ **علماء نے سنتے ہی کفر کا فتویٰ دیدیا۔**

(باقی انشاءاللہ تعالےٰ پھر)

گذشتہ سے پیوستہ

گھر والوں نے رات کے سونے کیلئے چٹائیاں وغیرہ لاکر دیں اور کہا کہ دوسرے دن بازار سے ہمیں چارپائیاں ہماری ہی قیمت پر خرید دیں گے۔ خیر ہم نے اپنے ٹرنکوں سے کتابیں نکال الماریوں میں رکھیں اور بستر کھولے۔ اور اسپر سفید چادریں بچھادیں اور تکیے لگا دیئے۔ اور اس نئے گھر کے شوق سے ٹانگیں پسار کر اور تکیوں اور دیواروں سے ٹیک لگا کر ہاتھوں میں کتابیں لیے کبھی پڑھتے اور کبھی دو چار باتیں کرتے اور کبھی اس نئے مکاں میں اپنے آپ کو یوں ڈیرے جمائے دیکھکر مسکراتے۔ اور کبھی وطنوں کو یاد کرکے خاموش ہو جاتے۔ اس تغییر حالات کے درمیان ازہر یونیورسٹی بھی یاد آجاتی۔ اور ہمارے شیخ صاحب کی یاد تو سوائے لاحول پڑھنے اور ہنسنے کے خالی نہ جاتی وہاں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ نہیں گزرا ہوگا کہ طبیعت اکتائی ہوئی معلوم ہوئی۔ واقعی پیاس کے بہانے میں نے ہمسائیوں کی گھنٹی کو کھینچا۔ تو جھٹ ایک چھوٹی بچی اوپر سے جھانکی۔ تو میں نے گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھایا کہ پانی کی ضرورت ہے۔ اسپر خوشی سے سارے بچے بچیاں دوڑتے ہوئے آئے۔ اور ایک یا دو نے جاکر ہمیں پانی لادیا۔ پانی جو پیا تھا پیا۔ ان سے عربی بولنی شروع کردی۔ مجھے تو آتی ہی نہ تھی کہ میں کچھ بولتا۔ شیخ صاحب کچھ عربی کے فصیح و بلیغ فقرے بولے۔ جسپر بچوں نے ہنسنا شروع کردیا۔ اور ایک دوسرے کو دیکھکر اور بھی ہنسی میں بڑھتے گئے۔

خیر بچوں سے کھیل کر دل کو اسی طرح بہلایا اور اُن کے جانے بعد جی میں آیا کہ ذرا باہر چل پھر آئیں۔ باہر گئے کوئی جان پہچان نظر نہیں آتا تھا ادھر اودھر مارے مارے پھر کر پھر نئے گھر میں آنیکا شوق پیدا ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ دن کیسے گزرا لیکن یہ مجھے خوب یاد ہے اور عمر بھر نہیں بھولے گا کہ ہم نے وہ رات کیسے گزاری۔ ابھی بستر راحت پر دراز ہوئے بیس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ٹانگوں پر چلتی ہوئی چیزیں محسوس ہوئیں۔ اُن کو جو ٹٹولنا چاہا تو بعض تو ہاتھ میں خود پس کر خون آلودہ ہوگئیں اور بعض نے کاٹ کر بتلا دیا کہ وہ کھٹمل ہیں۔ کھاٹیں تو وہاں کوئی نہ تھیں فرش پر ہی لیٹے ہوئے تھے۔ لیکن اُنھوں نے ہمیں ایسا ملنا اور ایک کروٹ سے دوسری کروٹ بدلوانا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کا ٹنا۔ اور کھجلوانا شروع کیا کہ اللہ کی پناہ! میں نے تو ان سے دس منٹ میں تنگ آکر ہاتھوں اور ایڑیوں کو زمین پر رگڑنا شروع کیا۔ اور ایکطرف سے دوسری طرف پٹے کھانے لگا۔ آخر جب کسی طرح چھٹکارا نہ ہوا تو اٹھ بیٹھا۔ اور ہاتھ سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر ایک ران سے دوسری ران پر اور پیٹھ کی ایکطرف سے دوسری طرف انکو ہاتھوں سے مسلنے لگا۔ اسقدر بدبو اُٹھی کہ میری طبیعت متلا گئی۔ شیخ صاحب بھی استغفر اللہ پڑھ رہے تھے آخر میں نے ان سے پناہ کی جگہ ڈھونڈی ایک کھڑکی کی طرف گیا جو کہ زمین سے دو گز اونچی تھی۔ اسکے سیخچوں کو پکڑ کر اس میں جا بیٹھا لیکن وہ اسقدر وسیع تھی گھٹنوں کو میں نے سینے پر اکٹھا کرکے اور سر کو

اسکے ایک کونے میں ڈالکر ادھ مؤا پڑا رہا۔ شیخ صاحب میرے ہلنے چلنے کی آواز کو مغفور پاکر پوچھنے لگے کہیں! آپ سو گئے! مجھے تو نیند نہیں آتی۔ میں اوپر سے ایک غنودگی کی بھاری اور پھٹی آواز میں بڑبڑایا کہ فرعونی عذاب میں سونا کہاں۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہیں! "آپ کہاں"!

میں نے جواب دیا کہ آسمان پر! شفاعت موسیٰ دوہرانے کے لیے"

صاحبان! میں نے ذرا بھی مبالغہ نہیں کیا۔ شیخصاحب موجود ہیں آپ ان سے پوچھ لیجیے! میں نے اپنی عمر میں اسقدر ظالم تیز ڈنگ مارنے والے اس کثرت سے کھٹمل کبھی نہیں دیکھے۔ پہلے جب قرآن مجید میں القمل پڑھا کرتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ کیا القمل بھی کوئی الٰہی عذابوں سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اس رات پتہ لگا کہ درحقیقت وہ کیا عذاب ہے۔ مجھے تو اسوقت یہ بھی خوف پیدا ہو گیا کہ آج رات ابتلائے الٰہی نے سارے گھر کے کھٹملوں کو اکٹھا کرکے ہمارے پیچھے لگا دیا ہے۔ شیخصاحب نے تو ہائے ہائے کرتے رات گزاری اور میں جلدی ہی چھٹکارہ پاکر وہاں باری میں لٹکا رہا۔ ایک سیکنڈ بھی نیند نہیں آئی شیخصاحب کو جو بہت تکلیف ہوئی تو میرے حصے کے کھٹملوں سے۔ میں ادھر بیٹھا ہوا نیند سے جھگڑا ہی کر رہا تھا کہ باری کی نیچے کی گلی میں ایک ڈفلی والے نے ڈفلی کو بجا کر او ہو یا او ہو......

(ایسی ہی لمبی تانیں لگا کر) آخر میں رمضان المبارک صوموا للہ۔ صوموا کی آواز لگائی میں سمجھ گیا لیکن چپ رہا۔ اور ہماری ایسی حالت میں اسکے صوموا صوموا کی پکار پر مجھے غصہ بھی آیا لیکن جب اسنے تین چار بار کر کہا تو شیخ صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب اُٹھیے۔ روزہ رکھیے۔ لیکن مجھ سے کہاں۔ روزہ رکھا جاتا تھا۔ شیخصاحب نے

لمپ جلایا اور اوپر جو دیکھا تو مجھے اوپر پایا اور کہا۔ کہ اوہو!! آپ اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے اسکا جواب کیا دینا تھا۔ لیکن لازہر اور ازہر والوں کو کچھ برا بھلا کہا خیر خدا خدا کرکے صبح کی روشنی ہوئی اور میں نیچے اوترا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری نئی سفید چادر خون کے دھبوں سے بھری پڑی ہے میں نے تین سو پچاس چھوٹے موٹے داغ گنے۔ اور شیخصاحب کی چادر پر تو اس سے بھی بڑھکر تھے۔ میں اس مکان سے ایسا بھاگا کہ پھر واپس بالکل نہیں گیا۔

صاحبان! یہ ایک ہی مکان نہیں تھا۔ بلکہ مصر کے سب مکانوں میں ایسا ہی ہے۔ ہاں اُن مکانوں میں کم ہوتے ہیں۔ جہاں اُنکے مارنے کی خاص خاص تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ لیکن فرعون کے زمانہ میں تو یہ لاعلاج عذاب الٰہی تھا۔ جسکا نمونہ ہم نے اس رات ازہر یونیورسٹی کی خاطر چکھا +

ازہر درسگاہ یا جامع مسجد گذشتہ حالات کے عذاب کھٹمل سے ہم حواس باختہ تھے۔ چہرے مرجھائے ہوئے رنگ زرد۔ آنکھیں سرخ ابھری ہوئی۔ سر بوجھل۔ طبیعت اُچاٹ غالباً یہ جمعہ کا دن تھا۔ بہت سوچا کہ کہاں جاکر سر چھپائیں۔ سوائے ازہر درسگاہ کے اور کوئی مکان ذہن میں نہ آیا۔ شیخ صاحب کو خدا جانے کیا سوجھ ہوگی۔ میں تو اس خیال سے انکے ساتھ ازہر کی طرف چل پڑا کہ وہاں جاکر شاید سونے کی جگہ مل جائے اسوقت ازہر درسگاہ کی تاریخ گذشتہ سے کچھ نہ کچھ واقفی ہو گئی تھی یہ جامع مسجد شہر قاہرہ میں سب سے پہلی مسجد ہے۔ جو کہ فسطاط کی مشہور جامع عمرو بن العاص اور جبل مقطم کی معروف جامع ابن طولون کے بعد بنائی گئی تھی۔ شاید آپ نے اسلامی خلافتوں میں سے خلافت فاطمیہ کا نام سنا ہوگا۔ اسکے خلفاء میں سے خلیفہ المعز الدین اللہ کے عہد سلطنت میں اسکے ایک رومی غلام نے جو کہ سسلی کا باشندہ تھا مصر قدیم پر حملہ کرکے فتح کر لیا۔ یہ غلام جوہر ابی الحسن فاتح مصر کے

نام سے تاریخ میں مشہور ہے اسکے عظیم الشان کارناموں میں سے جامع ازہر بھی ہے - جہاں اسکا لشکرگاہ تھا - وہاں اب یہ جامع مسجد اور بیت القاضی یعنی محکمہ شرعیہ اور شارع النحاسین (کوچہ پیتل گراں) اور خان خلیلی ہیں (خلیلی سرائے) اور جو جو اسکے آس پاس کوچے بازار خیل مقطم تک آباد ہیں وہ سب اسی لشکرگاہ کو یاد دلاتے ہیں - اور قاہرہ شہر کی اساس بھی اسی سے قایم ہوئی - جوہر فاتح مصر نے ۳۵۹ھ یعنی سنہ ۹۷۰ء جامع ازہر کی بنیاد ڈالی جہاں اسکا اونٹ بیٹھا تھا اور ۳۶۱ھ میں یہ مکمل ہوئی اور ۳۷۸ھ میں خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد ازہر کے ساتھ چالیس ۴۵ پینتالیس طالب علموں کیلئے چند حجرے تعمیر کروائے اور انکی رہائش اور خوراک کے لیے کچھ وظیفے بھی مقرر کیے اور ۴۰۰ھ میں حاکم بامر اللہ خلیفہ ثالث نے ۱۶۷ دینار (یعنی اشرفی) منافع سالانہ کی جائداد وقف کردی اور پھر ۷۶۱ھ میں امیر طواشی نے یتیموں کے لیے ایک خاص مکتب کیا اور اسکے ساتھ عام طلباء مسجد کیلیے بھی بہت سی جائدادیں بھی وقف کردیں - اسی طرح پر ہوتے ہوتے جامع ازہر کے فاطمی اوقاف کی موجودہ سالانہ آمدنی ۳۲ ہزار اشرفیاں ہیں - یعنی بتیس ۳۲ لاکھ روپیہ ہیں - اور یہ مدرسہ دنیا میں سب سے قدیم اور پہلی درسگاہ (یونیورسٹی) ہے - جو ابتک قایم ہے - ایک چھوٹی سی مسجد سے ایک بڑی عظیم الشان جامع ہو گئی - ایک معمولی درسگاہ سے عظیم الشان مدرسہ ہو گیا - یہانتک کہ عالم اسلامی کے چاروں طرف سے جوق در جوق طلبا آنے لگے جنکی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ تک بھی پہنچتی رہی ہے جن میں پہلے ۳۵ طالب علم رہتے سہتے - کھاتے پیتے پرورش پاتے تھے - لیکن اب پانچہزار کے قریب طالبعلم ہیں - جو اس کے اوقاف پر تعلیم و تربیت پاتے ہیں - خلفاء فاطمیہ کے متبعہ شیعی متبعوں کیطرح

نہ تھے بلکہ وہ اپنے مبتدل مذہب کے علاوہ شافعی مذہب کے بھی معترف تھے - اور ازہر کی درسگاہ میں پہلے ان دونوں مذہبوں کی بھی تعلیم ہوتی تھی - اور پھر ایک لمبے عرصہ کے بعد یہ محض متبعہ مذہب کا مدرسہ ہو گیا یہاں تک کہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے مصر کو فتح کر کے اس درسگاہ کو ایک وسیع پیمانے پر قایم کیا - اور انھوں نے اس میں چاروں مذاہب کی تعلیم کی اجازت دی اور پھر انکے بعد مشہور سلطان ملک الظاہر بیبرس نے جنکی قبر اور لائبریری ابتک دمشق میں جامع اموی کے قریب ہے - اور جس میں نے بارہا قدیم و جدید کتابوں کا مطالعہ کیا - مسجد ازہر کو از سر نو مرمت کروایا اور اسمیں کچھ نئی تعمیر بھی کروائی - اور اسکے بعد اسکے خلفاء ممالک کے سلاطین یعنی قایت بائی اور الغوری وغیرہ نے بھی مسجد کی زینت پر بہت کچھ خرچ کیا -

غرض یہ وہ تاریخی جامع ازہر ہے جسکی طرف بروز جمعہ گذشتہ رات کے کھٹملوں سے تنگ آکر میں اور شیخ صاحب دونوں پڑھنے کے لیے بلکہ اسکے حجرے میں سونے کے لیے گئے - ہم اپنے واقف ایک ہندی طالب علم کو جو کہ وہاں ہی رہتا ہے ملے اور اُسے ساری سرگذشت سنائی - وہ ہمیں پہلے بڑے دالان کے دائیں طرف سے لیجا کر ایک سیڑھی پر سے اوپر کے بالاخانوں میں لیگیا - زینہ اور بالاخانوں کا فرش صاف سفید سیاہ خوبصورت پتھروں سے پچکاری کیے ہوئے تھا - راستے میں جاتے ہوئے اُس نے بعض کمروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ رواق افغانوں کا اور وہ رواق ترکوں کا اور آخر سرے میں رواق ہنود - مجھے لفظ رواق سے خاص سمجھ نہ آئی - اور راستے میں پاخانوں کی بدبو نے ناک میں دم بند کر دیا اور ساتھ ہی تعجب بھی آتا تھا کہ فرش

۱۲ اس کے حجروں میں سکونت پذیر ہیں - اور

اور ادھر ادھر دیواریں ظاہراً تو بالکل صاف ستھری نظر آتی ہیں۔ یہ بدبو کہاں ہے؟ خیر دم بند کیے ہوئے رواق ھنودیں پہنچے تو وہ چار پانچ لڑکوں کے رہنے کے لیے ایک حجرہ یا کمرہ تھا۔ جیسے آجکل کالجوں میں ڈلامیٹری کہتے ہیں۔ اس میں چند ایک چھوٹے چھوٹے تخت پوش بچھے ہوئے تھے۔ اور چھوٹی چھوٹی الماریاں تھیں جو کہ ان کے توشے خانے اور کتب خانے تھے۔ ہمارے ہندی میزبان نے ایک تخت پوش کی طرف اشارہ کرکے مجھے سو جانے کیلیے فہمائش کی اور میں ادھر ادھر کھٹملوں کو دیکھ بھال کر لیٹ گیا۔ اور غالباً شیخ صاحب بھی ایک تخت پوش پر دراز ہو گئے۔ لیکن ابھی میری آنکھ لگی نہ تھی کہ شیخ صاحب اور بعض دوسرے طالب علموں کے بحث مباحثے کی کرخت آواز میرے کان میں پڑی۔ ان طالبعلموں پر مجھے کچھ غصہ آتا تھا۔ شیخ صاحب پر ہی آیا۔ لیکن دل ہی میں آخر تنگ آکر میں بھی شیخ صاحب کی مدد کیلیے اٹھ کھڑا ہوا جب میں اٹھا تو بحث ختم ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے ایک نے افسوس کرتے ہوئے مجھے یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکو ہماری بحث سے ذرا تکلیف ہوئی ہے۔ اور آپ نہیں سو سکے میں نے کہا کہ نہیں۔ کھٹملوں کے عذاب سے زیادہ نہیں! وہ سب ہنس پڑے۔ اور بحث کا اس ہنسی کے ساتھ ہی خاتمہ ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ طالب علم نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گئے اور ہم تھکے ماندے کا عذر کرکے وہیں رہے انکے آنے پر ہم نے یہ سنا کہ نماز کے بعد ایک رواق کے شیخ کو ایک ازہری طالب علم نے خنجر سے پیٹ چاک کرکے مار ڈالا ہے۔ اور قتل کی وجہ یہ تھی کہ وہ شیخ اپنے طالبعلموں کی مقررہ روٹیوں سے اپنے گھر کے لیے یا بیچنے کی نیت سے چرا لیا کرتا تھا۔ انکو ہمیشہ کم دیا کرتا تھا۔ مجھے ازہر کے شیوخ الرواقات کے اخلاق پر چنداں

نکتہ چینی کی ضرورت نہیں۔ ہندی ملانوں ملونٹوں پر ہی کم و بیش قیاس کر لیجیے۔ اور اسکے طلبا بھی ان سے کم نہیں نکلتے۔ ہر ایک ملک کے طلباء کو ایک دو رواق دیئے جاتے ہیں اور ان پر ان ہی کے ملک کا ایک شیخ یعنی مولوی بھی بطور سپرنٹنڈنٹ کے مقرر کیا جاتا ہے۔ کھانے کے وقت طلباء ازہر کے بیرونی دروازے کے سامنے کوچہ میں صف بستہ گروہ در گروہ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں چار چار۔ پانچ پانچ روٹیاں دی جاتی ہیں جن میں سے بعض کو وہ نان بائی کے یا پاس دوکاندار کے بیچ کر سالن۔ پنیر و کھجور خرید لیتے ہیں انہیں سے خوشحال طلباء مستثنیٰ ہیں۔ یہ عام انتظام مدرسہ ہے کہ اس تقسیم تقریباً ایک دو گھنٹے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اس طرز معیشت کا انکے اخلاقی ماندگی پر کیا اثر پڑتا ہے غالباً شہدہ پن کا لفظ بالکل صحیح طور پر اسکو بیان کر سکتا ہے

جو تربیت و تعلیم کا طریقہ ازہر میں جاری ہے اس سے یقیناً بلند نظری۔ علو ہمتی۔ حوصلہ مندی اور استقلال وغیرہ جتنے شریفانہ اخلاق ہیں ان سب کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ کج فکری اور کج بحثی اور خست اور کمینگی وہ ضرب المثل ہیں۔ ہزاروں طلباء جو کہ ازہر میں پھنس رہتے بلکہ شہر کے مختلف گلی کوچوں میں اپنے اخراجات پر کرایہ کے مکانات لیکر بود و باش رکھتے ہیں اور انکے اخلاق فاسدہ پر آئے دن محلہ والے شور مچاتے رہتے ہیں اور میں شرم سے بعض چیدہ واقعات کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

مجھے افسوس ہے کہ ازہر باوجود اس قدر روپیہ صرف کرنے کے بجائے فائدہ پہنچانے کے لاکھوں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہے۔ اور جہاں کہیں اس قسم کی بے انتظام مفت خواری کی راہ کھولی جاتی ہے وہیں اس قسم کے مفاسد اور خرابیوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

(باقی دارد)